باب۔78

فطرت انسانی

☆ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ ۔

ترجمہ: اور ہم نے انسان کو مٹی سے وہ بھی متغیر مٹی سے پیدا کیا۔ (سورۃ الحجر: آیت 26)

☆ وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ فَقَالَ أَنبِئُونِي بِأَسْمَاءِ هَـٰؤُلَاءِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۔ قَالُوا سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ۔

ترجمہ: اور (اللہ تعالیٰ نے) تمام چیزوں کے نام آدم کو سکھا دیئے پھر تمام چیزوں کو فرشتوں کے سامنے رکھ دیا پھر فرمایا کہ ان کے نام بتلاؤ اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو (کہ آدم مستحق خلافت و حکومت نہیں بلکہ تم ہو)۔ (فرشتوں نے) عرض کیا، تو پاک ہے، ہم کو اتنا ہی علم ہے جتنا تو نے ہم کو دیا۔ بے شک تو ہی علم و حکمت والا ہے۔ (سورۃ البقرہ: آیت 31 اور 32)

آدم کی فطرت، ایسی جامع کمالات و اوصاف ہے کہ کوئی اس سے سبقت نہیں لے جا سکتا۔ وہ حقائقِ اشیا کو جانتا ہے۔ آگ، پانی، مٹی، پتھر سب اس کی حکومت اور قبضۂ قدرت میں ہیں۔ تمام حیوانات اس کے سامنے سر جھکائے ہوئے ہیں۔ تمام نباتات کھڑے اس کا منہ تک رہے ہیں۔ جمادات اس کے زیرِ قدم پامال ہو رہے ہیں۔ وہ جنات کو شیشہ میں اتارتا ہے۔ عروج و ترقی کرتا ہے تو نعلین پہنے عرشِ اعظم تک پہنچتا ہے۔۔۔ سر میں ہوا بھرتی ہے تو خدائی کا دعویٰ کر بیٹھتا ہے۔ گرتا ہے تو اس حد تک گر جاتا ہے کہ "اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ" (پست ترین حالت) تک پہنچ جاتا ہے۔ تلسی کی، بڑ کے درخت کی، آگ کی، مٹی کی، سانپ کی، ستاروں کی، سب کی پوجا کرتا ہے۔ حتیٰ کہ گائے ماتا کا پیشاب بھی پی جاتا ہے۔ ذرا دیکھو کہ اس کا کتنا عروج ہے۔۔! اور کتنا نزول۔۔!

صاحبو! انسان کی استعداد اور اس کی قابلیت کی کچھ انتہا نہیں۔ اس کے معلومات کی کوئی حد نہیں۔ فرشتے ہوں یا کوئی اور مخلوق، سب کا علم محدود ہے۔ جس کام کے لیے وہ مخلوق ہوئے ہیں اسی کے لائق ان کو علم

دیا گیا ہے۔ ان کا علم قابلِ ترقی نہیں بلکہ جو کچھ ہے ان کو ابتدائے خلقت ہی سے مل جاتا ہے۔ ان میں تفکر اور استنباط بالکل کم ہے بلکہ ندارد۔ جب کہ اس کے بالمقابل حضرتِ انسان غور سے مطالعہ کرتے ہیں۔ ہوشیاری سے ترکیب و تحلیل (plan & execute) کرتے ہیں۔ جزئیات وکلیات کے استخراج یعنی analyses کرتے ہیں۔ اور پھر تحصیلِ نتائج یعنی conclusions نکالتے ہیں۔ کسی مرتبہ پر قناعت نہیں کرتے۔ خود محنت کرتے ہیں۔ دوسروں سے مدد حاصل کرتے ہیں۔ کتاب وکتابت سے بھی کام لیتے ہیں۔ مادیات یا روحانیات، جن کے پیچھے لگ پڑتے ہیں کچھ نہ کچھ حاصل کیے بغیر نہیں رہتے۔ انسان نے جو کچھ کیا اور جو کچھ کر رہا ہے اور کرے گا وہ سب حقیقتِ انسانیہ کی تفصیل ہے۔ دادا کی قابلیتیں، پوتوں سے ظاہر ہو رہی ہیں۔ ہمارے تمام کمالات کا سرچشمہ، بابا آدمؑ ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے جب انسانوں، فرشتوں اور جنات سب کا علمی امتحان کیا تو کون کامیاب ہوا۔۔۔؟ یہ خاک کا بنا ہوا پُتلا، انسان۔ یعنی آدم علیہ السلام۔ شیطان اس علمی امتحان کے مقابلہ میں ہار گیا۔ آگ سے بنا تھا۔ طبیعت میں شر و فساد بھی تھا۔ اپنی ذات کی لطافت کا دعویٰ کرنے لگا۔ اور خود کو انسان سے افضل ثابت کرنا چاہا۔ اس نادان کو یہ معلوم ہی نہیں کہ انسان میں اگر خاک ہے تو آگ کب نہیں۔۔؟ انسان میں جامعیت ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کا مظہرِ تام (perfect exhibit) بن سکتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي، فرمایا ہے یعنی اپنی روح اس میں پھونک دوں، (سورۃ ص: آیت 72)۔ یوں انسان میں اللہ تعالیٰ کے اوصاف و کمالات کے تماشے بھرے پڑے ہیں۔ وَفِي أَنفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ، اور خود تمھاری ذات میں (اس کی قدرت کے کرشمے ہیں) کیا تم بصارت و بصیرت سے کام نہیں لیتے۔۔۔؟ (سورۃ الذّاریٰت: آیت 21)۔

کونسی شئے ہے نہیں جو مجھ میں
اک طلسمات کا پتلا ہوں میں

انسان کے جسم کا، مٹی سے پیدا ہونا، ظاہر ہے۔ اور اس بیان سے مقصد یہ ہے کہ انسان اپنی ذلت کی حالت پر غور کرے کہ ہم کیا تھے؟ اور اللہ تعالیٰ نے ہم کو کیسا خوبصورت بنا دیا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ انسان کی ابتدائی حالت باریک باریک اجزا سے ہے جس کو هَبَآءً مَّنْثُوْرًا (منتشر گرد و غبار) کہتے ہیں۔ یہ اجزا آپس میں قریب ہوتے گئے اور ایک نرم اور ڈھل ڈھلا، hazy سا جسم پیدا ہوا، جس کو nebula کہتے ہیں۔ (ایک نظریے کے مطابق ہمارے نظام شمسی اور دیگر سیارگان کی تشکیل ان ہی nebulae میں بتدریج تبدیلی کے سبب عمل میں آئی۔

یہ Nebular Theory کہلاتی ہے۔ مرتب)۔nebula ایک گرم اور روشن حالت ہے۔ اس میں پہلے ہوا اور گیس کی صورت پیدا ہوئی۔ پھر پانی اور مائع کی حالت پیدا ہوئی۔ پھر جامد اور مٹی کی صورت پیدا ہوئی۔ پھر زمین اور پتھر کی باری آئی۔ پھر مٹی میں نشو و نما ہوئی تو نباتات بنے۔ پھر حیوانات کا ابتدائی مرحلہ sponge اور leech ہیں اور انتہائی درجہ، لنگور اور گوریلا ہے۔ پھر انسان کا ادنیٰ درجہ 'جاہل بچہ' ہے اور اس کا انتہائی درجہ 'پیغمبر' ہے۔

آج کل یہ مسئلہ زیر بحث ہے کہ کیا بندر ترقی کرکے انسان بنا ہے، یا مٹی پر آفتاب اور دیگر ستاروں کے نور کے پڑنے سے انسان وجود میں آیا ہے؟ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بیشتر کیڑے، مَیل کچیل یا گندگی کے سبب پیدا ہوتے ہیں۔ دیکھو! ہم کو ان سب بحثوں سے کوئی غرض نہیں ہونا چاہیے۔۔۔ انسان صرف یہ جان لے کہ وہ مٹی کا بنا ہوا ہے خواہ اس کی یہ تشکیل، حالات بدل بدل کر اسی مٹی پر مختلف انوار کے پڑنے سے ہوئی ہو۔ چناں چہ مٹی سے بنا ہوا یہ انسان خاکساری اختیار کرے۔ وقار اور متانت سے رہے۔ اور بس۔۔۔!

{حوالہ تفسیر صدیقی-پارہ 1 صفحہ 67 تا 69 اور پارہ 14 صفحہ 13، 14، 15، 21}

متفرقات-Miscellaneous

لاَ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنے سے آدمی موحد تو ہوجاتا ہے مسلمان نہیں ہوتا۔ مسلمانوں کے اثرِ صحبت سے مورتی پوجنے والے بھی اعتقاداً توحید کے قائل ہوتے جارہے ہیں اور مورتیوں کے متعلق تاویلات کرنے لگے ہیں۔ یہ مسلمان ہونے کے لیے کافی نہیں۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہنے سے آدمی مسلمان ہوتا ہے۔ یہ مُحَمَّدٌ کا کلمہ اللہ اور نسبتِ رسالت کا بیک وقت تصور پیش کرتا ہے۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پر جس کا خاتمہ ہوا اس کا اللہ کے نام پر ہی خاتمہ ہوا۔ کیونکہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ میں آخر اَللّٰہِ ہے۔

{حوالہ تفسیر صدیقی-پارہ 30 صفحہ 140}

Siddiqui Publications

متفرقات۔Miscellaneous

صاحبو! دنیا میں عصبیت مختلف نسبتوں سے پیدا ہوتی ہے۔ بعض وطن کی طرف نسبت کرتے ہیں۔ ہندوستان کا رہنے والا ہندوستانی، عربستان کا رہنے والا عرب۔ بعض کو زبان سے زیادہ تعلق ہوتا ہے۔ مثلاً امریکن اور انگریز، انگریزی زبان کی وجہ سے ایک سمجھے جاتے ہیں۔ بعض میں عصبیت، رنگ کے لحاظ سے ہوتی ہے۔ جیسے امریکہ میں کالے بھی ہیں اور گورے بھی۔ مگر کالے کالے الگ سمجھے جائیں گے اور گورے گورے الگ۔ اسلام میں قومیت اور عصبیت بہ اعتبارِ تہذیب اور تقویٰ کے ہے۔ بہ اعتبارِ مذہب کے ہے۔ مسلمان مسلمان ایک قوم کے ہیں۔ چاہے کالے ہوں یا گورے، عرب ہوں یا پاک وہند کے ہوں۔ اسلام میں، بزرگی کا معیار، پرہیز گاری ہے۔ جو اچھے کام کرے گا وہ اچھا ہے۔ یہاں "برہمن اچھے اور باقی سب بُرے" کا مسئلہ نہیں ہے۔ نہ ہی "انگریز اچھے اور دوسری قومیں بُری" کا مسئلہ ہے۔ بلکہ ایک مراکو میں رہنے والا مسلمان ایک چینی مسلمان کا بھائی ہے۔ ایک انگلستان میں رہنے والا مسلمان، ہندوستان میں رہنے والے مسلمان کا بھائی ہے۔ ان میں سے جو زیادہ متقی اور پرہیز گار ہے، وہی اچھا ہے۔ سید، شیخ، مغل، پٹھان سب تعارف اور پہچان کے لیے ہیں۔ سادات کو سمجھنا چاہیے کہ میں اگر اچھے کام کروں گا تو سید رہوں گا۔ اگر بُرے کام کروں گا تو کیسی سادات ۔۔۔؟ شیخوں کو بھی سمجھنا چاہیے کہ ہم صحابہ کرام کی اولاد ہونے سے کچھ بزرگ نہیں ہو جاتے۔ بزرگی، علم و عمل سے ہے۔ علم و عمل نہیں تو بزرگی بھی نہیں۔ گزشتہ لوگوں کو علم تھا اور وہ نیک کام کرتے تھے۔ ان کو دین کا علم تھا اور علم کے مطابق عمل کرتے تھے۔ وہ بزرگ بھی سمجھے جاتے تھے۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ سورۃ الحجرات کی آیت 13، إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّـهِ أَتْقَاكُمْ، یقیناً اللہ کے پاس وہی زیادہ بزرگ ہے جو خدا ترس ہے یعنی God-fearing ہے، کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھیں۔ یہ اسلام کا بنیادی فلسفہ ہے۔ اس کو پیشِ نظر نہ رکھنے سے ساری تباہی ہو رہی ہے۔

{حوالہ تفسیر صدیقی-پارہ 26 صفحہ 91، 92}